نماز

کے وقت ہاتھ کہاں باندھیں

خادم اہلسنت والجماعت
محمد ابراہیم

مکتبہ جمال کرم لاہور


بسم الله الرحمن الرحيم

نماز

کے وقت ہاتھ کہاں باندھیں

خادم اہلسنت والجماعت محمد ابراہیم

مترجم :۔ ظفر اقبال کلیار

مکتبہ جمالِ کرم

9۔ مرکز الاویس (سستا ہوٹل) دربار مارکیٹ ۔ لاہور فون: 7324948

نام کتاب — نماز کے وقت ہاتھ کہاں باندھیں

مصنف — مولانا محمد ابراہیم صاحب

مترجم — ظفر اقبال کلیار

تعداد — گیارہ سو

زیر اہتمام — ایم احسان الحق صدیقی

نگران طباعت — ملک خالد رمضان اعوان

ناشر — مکتبہ جمال کرم لاہور

قیمت — 12 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلیکیشنز گنج بخش روڈ لاہور۔

ضیاء القرآن پبلیکیشنز 14 انفال پلازہ اردو بازار کراچی

مکتبہ المجاہد دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ ضلع سرگودھا

مکتبہ قادریہ چوک میلاد مصطفیٰ گوجرانوالہ

فرید بکسٹال اردو بازار لاہور۔

احمد بک کارپوریشن 35 ڈی اردو بازار راولپنڈی

عرض مترجم

فروعی اختلافات کو ہوا دینا قرین دانش مندی نہیں اس سے عامۃ الناس کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو سکتے ہیں اور حجیت حدیث کے انکار کا رجحان عام ہو سکتا ہے آمین بالجھر، قراۃ الفاتحۃ خلف الامام، وضع الیدین تحت السرۃ ام علی الصدر میں اختلاف اولویت کا ہے ایسے مسائل ہمیشہ علماء کے درمیان موضوع بحث رہے ہیں انہوں نے باوجود اختلاف کے نہ تو باہمی تکفیر کی اور نہ ہی امت کے اتحاد کو پارہ پارہ ہونے دیا بجا طور پر یہ اختلاف علم کی ترقی اور تحقیق کا موجب بنا اور امت کے لئے رحمت ثابت ہوا۔

مگر ہمارے غیر مقلدین دوستوں نے نہ جانے کس مصلحت کے تحت عوام کی سطح پر آ کر انہیں موضوع سخن بنایا۔ اور پوری امت پر شرک، بت پرستی، سنت سے انحراف اور بدعتی ہونے کا فتوی صادر کیا۔ علمائے اہل سنت نے پھر بھی مناسب نہ سمجھا کہ ان کی زبان میں بات کی جائے اور نہ ہی یہ کہ سوقیانہ انداز گفتگو اپنایا جائے۔ انہوں نے حتی الوسع کوشش کی کہ ایسے فروعی اختلافات کو عام لوگوں میں عام نہ کیا جائے مگر ہمارے ان دوستوں نے آئمہ اربعہ کو طعن وتشنیع کا نشانا بنانا شروع کر دیا اور لوگوں کو باور کرانے لگے کہ علمائے اہل سنت کے پاس دلیل نام کی کوئی چیز نہیں اس لئے مہر بلب ہیں تب علمائے اہل سنت نے مناسب سمجھا کہ انہیں جواب دیا جائے مگر پھر بھی اس انداز سے کہ سنجیدگی برقرار رہے اور تحقیق کا منہج پیش نظر رہے۔

پیش نظر رسالہ ''ہلال الغرۃ فی وضع الیدین تحت السرۃ فی الصلوۃ'' عربی میں ہے حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب مدظلہ العالی اس میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر نہایت فاضلانہ گفتگو کی ہے ترجمہ میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ مفہوم عربی عبارت کے قریب تر رہے فن حدیث سے پوری واقفیت نہ رکھنے والے لوگوں کا اس سے پوری طرح مستفید

ہونا ممکن نہیں اس لئے کہ علمی بحث میں اصطلاحات کا آنا ایک لازمی بات ہے اور پھر فن حدیث تو ایک سمندر ہے جس سے ہر کوئی حسب استطاعت مستفیض ہوتا ہے۔ اس لئے عام افراد اس میں کچھ دقت ضرور محسوس کریں گے مگر اس کے بغیر چارہ نہ تھا سو ان سے معذرت کے ساتھ یہ کاوش پیش کی جاتی ہے۔

آخر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو انتشار وافتراق سے بچائے اور حضرت علامہ جیسے علماء کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے آمین۔

بجاہ طٰہٰ ویٰس

خاک راہ مدینہ

ظفر اقبال کلیار

حامدا و مصليا اما بعد فقال الله تعالىٰ: فصلّ لربک وانحر ٥ صدق الله العظيم

دليل المستدل بالخبر فی وضع اليدين على الصدر فی الصلوة

نماز پڑھتے ہوئے ہاتھ کیسے باندھیں جائیں؟ مسنون طریقہ کیا ہے؟

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مسنون ہے، غیر مقلدین ابن خزیمہ کی جس بیان کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون ہے اور زیر ناف ہاتھ باندھنا خلاف سنت اور بدعت ہے ابن خزیمہ کی یہ حدیث محدثین کے نزدیک محل نظر ہے پہلے ابن خزیمہ کی حدیث مع سند پیش کر کے اس پر علماء کی رائے پیش کرتا ہوں اور پھر وہ احادیث پیش کروں گا جن میں زیر ناف ہاتھ باندھنا منقول ہے۔

اخبرنا ابو طاهر، اخبرنا ابو بكر، اخبرنا ابو موسى، اخبرنا مؤمل، اخبرنا سفيان عن عاصم بن كليب عن ابيه عن وائل بن حجر قال صليت مع رسول الله ﷺ ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره.

(صحیح ابن خزیمہ، جلد اول ص ۲۴۳، مطبوعہ المکتب الاسلامی)

یہ حدیث کئی اعتبار سے قابل استدلال نہیں

(اولا) اس حدیث کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ابوعبدالرحمٰن بصری (المتوفی ۲۰۶) ہے جس پر علماء نے جرح فرمائی ہے۔

ابوحاتم فرماتے ہیں

هو كثير الخطاء

امام بخاری فرماتے ہیں

هو منكر الحديث

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ص ۳۸۰)

ابوزرعہ فرماتے ہیں

"فی حديثه خطاء كثير "

(میزان الاعتدال ج ۳ص ۲۲۸)

امام ذھبی ''الکاشف'' میں لکھتے ہیں

"وقيل دفن كتبه وحدث حفظا فغلط"

(الکاشف ج ۳ص ۱۶۸)

علماء نقد کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ مومل بن اسماعیل کثیر الخطاء اور منکر الحدیث ہے لہذا یہ حدیث قابل استدلال نہیں جیسا کہ غیر مقلدین کا وہم ہے۔

(ثانیا) اس حدیث کو مسلم نے وائل بن حجر سے بلا زیادت (علی صدرہ) تخریج کیا ہے لہذا مسلم کی روایت ابن خزیمہ کی روایت کردہ حدیث سے زیادہ راجح اور صحیح ہے اور مسلم کی روایت کردہ حدیث زیادہ معتمد ہے اس کے علاوہ ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ متاخرین میں سے احسن الحفاظ شیخ قاسم بن قطلو بغا فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ کی صحیح میں ایک شرط ہے جس سے اکثر حضرات جو کہ ابن خزیمہ سے استدلال کرنے والے ہیں غفلت میں رہتے ہیں گو کہ شیخ قاسم بن قطلو بغا نے اس شرط کا ذکر نہیں کیا لیکن آپ کے شیخ فی الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب ''اتحاف المہرہ'' میں فرمایا وہ شرط یہ ہے کہ ابن خزیمہ جب کسی خبر کو تعلیقا روایت کرتے ہیں تو وہ صحت میں گویا ان کی شرط پر پوری نہیں اترتی اگرچہ تعلیق کے بعد اس کی سند بھی بیان کیوں نہ کر دیں۔

(ثالثا) حضرت علی کرم اللہ وجھہ کی حدیث مبارک جس کو امام احمد نے مسند میں اور ابوداؤد نے

سنن میں روایت کیا یہ حدیث ابن خزیمہ کی روایت کے معارض ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

" ان من السنة وضع الكف على الكف فی الصلوة تحت السرة"

(مسند احمد ج اول ص ۱۱۳، مطبوعہ ادارہ احیاء السنۃ)

علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری معترضین کے اس اعتراض کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں اس کو امام احمد نے مسند میں اور دار قطنی اور بیہقی نے اسی طریق سے اپنی سنن میں حدیث ابو جحیفہ عن علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

" ان من السنة وضع الكف على الكف فی الصلوة تحت السرة"

اس اعتراض کے جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول "ان من السنة" محدثین کے نزدیک حدیث کے مرفوع ہونے پر دلالت کرتا ہے ابو عمر والتفضی فی شرح الموطا میں لکھتے ہیں جب صحابی سنت کا لفظ مطلق بولتا ہے تو اس سے مراد سنت نبوی ﷺ ہی ہوتا ہے۔

معترضین کہتے ہیں ہم نے تسلیم کرلیا کہ یہ حدیث مرفوع ہے اس کے باوجود بھی حدیث علی محل نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ہیں جس کے متعلق امام احمد لکھتے ہیں۔

"ليس بشئی منكر الحديث"

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابو داؤد نے اس حدیث کو روایت کیا اور اس پر سکوت فرمایا اگر حدیث ضعیف ہوتی تو تصریح فرماتے دوسرا ابن حزم کی حدیث جو انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ حدیث علی رضی اللہ عنہ کی معاون ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں۔

''من اخلاق النبوة وضع اليمين على الشمال تحت السرة''

ہم کہتے ہیں زیر ناف ہاتھ باندھنا تعظیم کے زیادہ قریب اور اہل کتاب کی مشابہت سے بہت دور ہے اور تہمبند کے گرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور زیر ناف ہاتھ باندھنا ایسا ہی ہے جیسے بادشاہ کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اور سینہ پر ہاتھ باندھنا عورتوں کے مشابہہ ہے اور یہ مسنون طریقہ نہیں۔

(عمدۃ القاری ج۵ص۲۷۹،مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ)

علامہ مولانا وصی احمد رحمتہ اللہ علیہ شارح منیۃ المصلی فرماتے ہیں اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی منکر الحدیث ہے اور نکارت مطلقا نقصان دہ ہے تو بھی اس حدیث کی دوسری کئی احادیث شاھد ہیں ان میں سے ایک حدیث جس کو رزین نے اپنی مسند میں ابوحنیفہ سے روایت کیا۔(ان من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوة تحت السرة)

جیسا کہ جامع الاصول میں ابن اثیر نے اس حدیث کو مسند رزین کی طرف منسوب کیا ہے دوسری حدیث جس کو حضرت ابن عباسؓ نے مرفوعا روایت کیا

''ان من السنة وضع اليمين على الشمال تحت السرة''

اس حدیث کو صاحب مجمع البحرین اور صاحب محیط علامہ برھان الدین نے بھی نقل فرمایا تیسری حدیث کو حضرت علی نے مرفوعا روایت کیا۔

''ثلاث من سنن المرسلين و ذكر منها وضع اليمين على الشمال تحت السرة''

اس حدیث کو زاہدی نے مجتبیٰ میں نقل فرمایا ورواہ ابن شاہین۔

(تعلیق المجلی ص ۲۷۹، مطبوعہ یوسفی لکھنو)

میں (راقم الحروف) کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث کی مؤید صاحب تعلیق المجلی کی نقل کردہ احادیث کے علاوہ دیگر بھی ہیں جن کو حضرات محدثین نے تخریج فرمایا۔

اول: ابن ابی شیبہ نے بطریق ابی جحیفہ حضرت علیؓ سے ایک حدیث روایت کی

"ان من النسة ان توضع الایدی علی الایدی تحت السرة"

یعنی سنت نبوی میں سے ہے کہ زیر ناف ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے۔

دوم: ابو بکر بن شیبہ نے بطریق حجاج بن حسان ابو مجلز لاحق بن حمید سے ایک حدیث تخریج فرمائی۔

حدثنا یزیدبن هارون قال اخبرنا حجاج بن حسان قال سمعت ابا مجلز او سألته قال قلت کیف یضع قال یضع باطن کف یمینه علی ظاهر کف شماله و یجعلها اسفل من السرة.

(اسناده جید ورواته کلهم ثقات)

حجاج بن حسان فرماتے ہیں میں نے ابو مجلز لاحق بن حمید سے سنا یا میں نے آپ سے سوال کیا۔ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا نماز میں ہاتھ کیسے باندھیں (ایک روایت میں ہے کہ میں ہاتھ کیسے باندھوں) تو انہوں نے فرمایا۔ دائیں ہاتھ کے باطن کو بائیں ہاتھ کی پشت پر زیر ناف باندھے۔

سوم: حدثنا وکیع عن ربیع عن ابی مجشر عن ابراهیم قال یضع یمینه علی شماله تحت السرة

زیادہ بن کلیب تمیمی ابو محشر حنظلی ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم نخعی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف باندھتے۔

ان تینوں حدیثوں کو ابو بکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا۔
(مصنف ابن شیبہ ج اول ص ۹۰، مطبوعہ ادارہ القرآن دار العلوم الاسلامیہ کراچی)
زیاد بن کلیب تمیمی ابو محشر کوفی کے متعلق علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں امام عجلی فرماتے ہیں
(كان ثقة في الحديث)
ابو حاتم کہتے ہیں "صالح من قدماء اصحاب ابراهيم" اور امام نسائی فرماتے ہیں "ثقة"
(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۸۲)
حدیث ابو مجلز لاحق بن حمید کے ماتحت علامہ ابن ترکمانی جوھر النقی میں تحریر فرماتے ہیں ابو مجلز لاحق بن حمید کا مذہب بھی زیر ناف ہاتھ باندھنا ہے ابو عمر نے التمہید میں ابو مجلز سے اسی طرح نقل کیا ہے اور اس حدیث کو بسند جید ابو مجلز سے روایت کی اور ابن شیبہ نے بھی اپنے مصنف میں اس حدیث کو اس سند کے ساتھ روایت کیا علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں حجاج بن حسان یہ حجاج ثقفی ہیں امام احمد کہتے ہیں "ليس به بأس" اور کہا "ثقة" اور ابن معین فرماتے ہیں "صالح"
باجود اس کے امام بیہقی نے کس طرح ابو مجلز کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق اثر ابی مجلز بہت صحیح ہے حالانکہ بیہقی نے بلا سند ابو مجلز کا قول نقل کیا اور ابو عمرو ابن شیبہ نے جید سند کے ساتھ ابو مجلز کا مذہب زیر ناف ہاتھ باندھنا بیان فرمایا۔
(السنن الکبریٰ، مع الجواہر النقی ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان)
چہارم: عن انس رضي الله عنه من اخلاق النبوة تعجيل الافطار و تاخير السحور و وضع اليمين على الشمال تحت السرة.
(کنز العمال ج ۸ حدیث نمبر ۲۳۸۸۹، رواہ ابن حزم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اخلاق نبوت میں سے ہے افطار میں جلدی کرنا،
سحری میں تاخیر کرنا اور بائیں ہاتھ پر دایاں ہاتھ زیر ناف رکھنا۔

پنجم: سب دلیلوں سے اقوی واوثق، احکم واقوم دلیل ابوبکر بن ابی شیبہ کی وہ حدیث ہے جس کو انہوں نے وائل بن حجر سے روایت کیا یاد رہے ابوبکر بن شیبہ کو آئمہ اعلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے کہ ان کے سامنے ابوزرعہ، امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور بے شمار اہل علم وفن نے زانوئے تلمذ طے کیے یہ افتخار ہی آپ کے لئے کافی ہے فرماتے ہیں۔

حدثنا و کیع عن موسی بن عمیر عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابیه قال رایت النبی ﷺ و ضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اول ص ۳۹۰)

وائل بن حجر اپنے باپ سے روایت فرماتے ہیں میں نے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیر ناف باندھے۔

متاخرین علمائے حدیث سے حافظ حدیث ابن حمام ثانی شیخ قاسم بن ''قطلو بغا'' ''المختار تخریج احادیث الاختیار'' میں فرماتے ہیں مصنف ابن شیبہ کی اس حدیث کی سند جید ہے وکیع مشہور علمائے حدیث میں سے ایک عظیم محدث ہیں موسی بن عمیر کی ابو حاتم نے توثیق فرمائی اور نسائی نے ان سے روایت لی ہے۔

تیسرے علقمہ ہیں جن سے رفع یدین کے بارے امام بخاری نے حدیث روایت کی اس طرح ''مسلم'' نے صحیح میں ان سے حدیث تخریج فرمائی اور ابن حبان نے علقمہ کی توثیق فرمائی اور یہ حدیث حضرت علیؓ کی حدیث کی شاہد عادل ہے محدث شہیر حضرت علامہ محمد ہاشم ''دراھم الصرہ فی وضع الیدین تحت السرۃ'' میں فرماتے ہیں یہ روایت باعتبار سند نہایت قوی ہے اور حدیث علیؓ کو جس کا پہلے ذکر گزر چکا قوی سے قوی تر بنا دیتی ہے۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے نہایت قوی اور مضبوط ہے کیونکہ اس حدیث میں تین ہی راوی ہیں سوائے وائل بن حجر کے اور وہ صحابی رسول ﷺ ہیں ان تین راویوں کے حالات درج ذیل ہیں۔ تا کہ ان کا فہم وذکا اور حفظ واتقان فی الحدیث ظاہر ہو جائے۔

وکیع بن جراح بن ملیح رواسی ابوسفیان الکوفی

عبداللہ بن احمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''مارایت ادعی للعلم من وکیع ولا احفظ منه ''

احمد بن سہل بن حجر امام احمد سے روایت فرماتے ہیں۔

''کان وکیع امام المسلمین فی وقته''

حسین ابن حبان ابن معین سے روایت فرماتے ہیں

''مارایت احداأفضل من وکیع ''

امام عجلی کہتے ہیں: کان ثقة، عابداً، صالحاً، ادیباً، من حفاظ الحدیث''

ابن سعد فرماتے ہیں:''کان ثقة، مامونا، عالیا، رفیع القدر، کثیر الحدیث حجة

ابن حبان اپنی کتاب ''کتاب الثقات'' میں فرماتے ہیں

''کان حافظا متقناً''

اسحاق بن راھویہ کہتے ہیں:''کان ''حفظه طبعا و حفظنا بتکلف ''

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۲۳)

امام ذھبی اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں فرماتے ہیں۔

''هو احدالائمة الاعلام''

(میزان الاعتدال ج۴ص۳۳۵)

حماد بن زید کہتے ہیں

"لو شئت لقلت انه ارجح من سفیا ن"

(الکاشف ج۳ص۲۰۸)

(۲) موسیٰ بن عمیر تمیمی عنبری کوفی:

علقمہ بن وائل سے روایت کرتے ہیں ابن معین، ابو حاتم محمد بن عبداللہ بن نمیر اور خطیب بغدادی فرماتے ہیں "ثقہ"

ابو زرعہ کہتے ہیں "لا باس بہ"

عجلی اور دولابی فرماتے ہیں "ثقہ"

(تہذیب التہذیب ج۱۰ص۳۶۴)

ابن معین اور ابو حاتم کہتے ہیں "ثقہ"

(میزان الاعتدال ج۴ص۲۱۶، الکاشف ج۳ص۱۶۵)

(۳) علقمۃ بن وائل بن حجر حضری کندی کوفی:

ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے ابن سعد نے ان کو اہل کوفہ میں سے طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے اور فرمایا

"ثقة قليل الحديث"

(تہذیب التہذیب ج۷ص۲۸۰)

ابن حبان اور ابن سعد نے ان کو ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔

(الکاشف ج۲ص۲۴۲)

آئمہ اعلام کی عبارات نقل کرنے کے بعد میں (عاجز راقم) کہتا ہوں حدیث وائل بن

حجر لا بن خزیمہ ضعیف و مجروح ہے اور حدیث علیؓ باوجود ضعیف ہونے کے درجہ ''حسن'' تک پہنچتی ہے کیونکہ حضرت علیؓ کی حدیث کے اتنے شواہد اور معاضد ہیں کہ حدیث وائل بن حجر لا بن خزیمہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔

پھر جس حدیث کو ابن شیبہ نے وائل بن حجر سے روایت کیا ہے یہ حدیث مرفوع اور صحیح ہے اور اس کی سند ''جید'' اور اس کے تمام راوی ''ثقہ'' ہیں صحیح مرفوع کے ہوتے ہوئے حدیث ضعیف و مجروح پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے کیونکہ جس حدیث کو ابن خزیمہ نے وائل بن حجر سے روایت کیا یہ حدیث پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

اعتراضات منکرین

<u>اعتراض اول:</u> ابوداؤد نے سنن اور امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت علیؓ سے جو روایت فرمائی (ان من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوة تحت السرة) اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ہیں جو ابو شیبہ الواسطی کے نام سے مشہور ہیں ابن ھمام نے فتح القدیر میں اور امام نوری نے خلاصہ اور شرح مسلم میں فرمایا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے کیونکہ عبدالرحمٰن بالاتفاق ضعیف ہے اور حدیث ضعیف قابل عمل نہیں۔

(نووی شرح مسلم ج اص ۱۴۳، فتح القدیر ج اص ۲۴۹)

جواب: اس حدیث کی سند پر کچھ بحث پچھلے صفات میں گذر چکی مزید تفصیل ملاحظہ ہو۔ علامہ وصی احمد رحمتہ اللہ علیہ ''التعلیق المجلی لمافی المنیۃ المصلی'' میں فرماتے ہیں دونوں ہاتھوں کو زیر ناف باندھنا سنت ہے اس کی دلیل حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث ہے جیسا کہ اعتراض میں مذکور

ہے اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں آپ کے بیٹے عبداللہ نے ''الزوائد'' میں ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں دار قطنی پھر بیہقی نے اپنی سنن میں اور ابو داوٗد نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا لیکن امام زیلعی فرماتے ہیں۔

''اکثر حدیث کے نسخوں میں یہ حدیث موجود نہیں ہم نے اسے اس نسخہ میں پایا جو ابن واسۃ کے طریق سے مروی ہے اس لئے ابن عساکر نے ''اطراف'' میں اسے ابو داوٗد کی طرف منسوب نہیں کیا اور نہ ہی منذری نے اسے ''مختصر'' میں ذکر کیا اور نہ ہی ابن تیمیہ نے اپنی ''المنتقی'' میں اسے ابوداوٗد کی طرف منسوب کیا بلکہ صرف مسند احمد کی طرف اور نہ نووی نے شرح مسلم میں مگر دار قطنی کی طرف کسی نے اس حدیث کی نسبت ابواوٗد کی طرف نہیں کی مگر عبدالحق نے ''الاحکام'' میں اور نہ ہی ابن قطان نے اس کی نسبت کی بلکہ اس کی سند کا تعاقب کرتے ہوئے کہا عبدالرحمٰن بن اسحاق وہ ابوشیبۃ واسطی ہیں جن کے بارے میں امام احمد بن حنبل اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ ''منکر الحدیث'' ہے اور ابن معین نے کہا ''لیس بشیٔ''

امام بخاری نے فرمایا ''فیہ نظر''

اور بے شک اس حدیث کی سند میں زیاد بن زید سوائی ہیں وہ مجہول ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں اس کی اسناد ثابت نہیں عبدالرحمٰن اسے روایت کرنے میں تنہا ہے اور وہ متروک ہے امام نووی خلاصہ اور شرح مسلم میں فرماتے ہیں یہ حدیث متفق علیہ ضعیف ہے اس لئے کہ عبدالرحمان بالاتفاق ضعیف ہے تو جان لے کہ یہ حدیث ابوداوٗد میں بطریق ابن واسۃ، ابن الاعرابی وابن ابی داوٗد آئی ہے۔ ابوداوٗد عبدالرحمٰن کے بارے میں کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سنا کہ وہ اس کو ضعیف کہتے ہیں اور ابن معین اور عجلی نے بھی یہی کہا۔ ''صرح الحمایۃ'' میں ہے کہ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ یہ جرح مجرد اور طعن مجمل ہے اور تضعیف مبہم ہے۔ لہذا یہ غیر مسموع ہے کیونکہ اسباب جرح مختلف ہیں پس راوی کبھی ایسے امور کے ساتھ مجروح کیا جاتا

ہے جو بعض کے نزدیک جرح نہیں کہلاتی۔ ہمارے نزدیک اصل یہ ہے کہ وہ قرون معدلہ جن کی عدالت کی شہادت ملت کے سردار نبی اکرم ﷺ نے بالخیر کے ساتھ دی ان کی عدالت وثقاہت مسلمہ ہے جب تک اس میں جرح میں اور طعن بیّن ظاہر نہ ہو جائے جس سے کسی باعقل وشعور انسان کو مفر نہیں ورنہ اس کی عدالت وثقاہت مجروح نہیں ہوتی اس لئے روایت مستور و مجہول اور مرسل و منقطع کو قبول کر لیا جاتا ہے باوجودیکہ مجتہد غیر کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ خود ارباب نقد میں سے ہے اور ایسا شخص جب کسی حدیث سے دلیل اخذ کرتا ہے یا اس حدیث کی روایت کو قبول کرتا ہے تو گویا اس کی تعدیل وتوثیق کر دیتا ہے۔ باوجود اس کے امام ترمذی نے صوم محرم میں عبدالرحمن سے حدیث روایت کی ہے اور فرمایا یہ حدیث ''حسن غریب'' ہے اور ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور کہا اگر چہ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی عبدالرحمان کے متعلق میرے دل میں کچھ موجود رہے گا۔ پس معلوم ہو گیا حدیث عبدالرحمن درجہ صحت سے ساقط ہو کر درجہ ''حسن'' تک پہنچ گئی اور حدیث حسن علماء کے نزدیک قابل حجت ہے۔

(تعلیق المجلی ص ۲۷۹)

<u>اعتراض دوم:</u> علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا اس لئے علقمہ بن وائل کی اپنے باپ سے روایت مرسل ہے جیسا کہ ابن حجر عسقلانی نے التہذیب میں کہا۔

حکی العسکری عن ابن معین انه قال علقمة بن وائل مرسل عن ابيه و كذا قال الذهبی فی الميزان ناقلا عن ابن حجر.

(تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۸۰)

لہذا مصنف ابن شیبہ کی روایت کردہ حدیث صحیح نہیں مرسل ہے اور حدیث مرسل قابل حجت نہیں۔

<u>جواب:</u> میں کہتا ہوں یہ ابن حجر کا وہم ہے کیونکہ انہوں نے خود اپنی کتاب ''النکت الظراف''

میں علقمہ بن وائل کا اپنے باپ سے سماعت کو ثابت کیا ہے لہذا ارسال ختم ہوا۔

علامہ ابن حجر ''النکت الظراف'' میں وائل بن حجر سے باب الصلوۃ میں ''مسلم'' کی روایت کردہ حدیث جسے انہوں نے اس سند کے ساتھ روایت کیا "عن زهير بن عفان عن همام عن محمد بن حجارة عن عبدالجبار ابن وائل قال كنت غلاما ... الى آخر الحديث"

یعنی عبدالجبار ابن وائل کہتے ہیں میں بچہ تھا اور اپنے والد گرامی کی نماز کے بارے میں کچھ سمجھ نہیں رکھتا تھا پس علقمہ بن وائل یعنی میرے بھائی نے مجھ سے اپنے باپ (وائل ابن حجر) کی نماز کے متعلق حدیث روایت کی۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں ''میں کہتا ہوں۔

"هذا اللفظ ما هو عند مسلم بهذا السند و لا معنى لذكره لانه لم ينسبه لغير " ابن حجر عسقلانی کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ علقمہ کا اپنے باپ سے سننا ثابت ہے۔

لہذا یہ روایت مرسل نہیں (النکت الظراف علی الاطرف، ج ۹ ص ۸۸، حدیث نمبر ۱۱۷۷۳)

حافظ مزی ''تحفتہ الاشراف'' میں ابوداؤد کی نماز سے متعلق روایت کردہ حدیث میں فرماتے ہیں جس کی سند یہ ہے۔

عن القواريرى عن عبدالوارث بن سعيد عن محمد بن حجارة عن عبدالجبار ابن وائل ابن حجر (للزيادات)

اور علی بن مسلم طوسی نے اس طرح سند نقل کی ہے۔

"عن عبدالصمد بن عبدالوارث عن ابيه "

اور یہ خطا ہے اصل میں اس کی سند اس طرح ہے:

"عن عبدالوارث عن محمد بن حجارة عن عبدالجبار بن وائل عن علقمة بن وائل عن ابيه "

اور ہمام بن یحیی نے بھی اس طرح اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ صحیح ہے

(تحفۃ الاشراف ج۹ص ۸۷)

حافظ مزی کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اپنے باپ سے مرسل روایت کرنے والا جبار بن وائل ہیں جو علقمہ بن وائل کے بھائی ہیں خود علقمہ بن وائل نہیں جیسا کہ ابن حجر نے کہا یہ اُن کا وہم اور غلطی ہے صحیح وہی ہے جو حافظ مزی نے اس حدیث کے متعلق کہا جس کو مسلم نے کتاب الحدود میں روایت؟

"عن علقمة عن ابيه انى لقاعد عند النبى ﷺ اذجاء رجل يقود آخر

(تحفۃ الاشراف ج۹ص ۸۷) (مسلم شریف ج۲ص ۶۱)

اس حدیث کو متعدد طرق سے روایت کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں۔

"لم يذكر بينهما احدا "

حافظ مزی کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ علقمہ بن وائل اپنے باپ سے مرسل روایت نہیں کرتے۔

علامہ حافظ ابن البر" الاستیعاب علی الاصابہ" میں فرماتے ہیں۔

"عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے سماعت نہیں فرمائی بلکہ عبدالجبار اور ان کے باپ کے درمیان واسطہ وائل بن علقمہ ہیں۔

(جلد۳ص ۶۴۳)

علامہ ابن اثیر" اسدالغابہ" میں لکھتے ہیں۔

عبدالجبار بن وائل کی سماعت اپنے باپ سے ثابت نہیں۔

(اسد الغابۃ ج ۵ ص ۸۱، تحفۃ الاشراف ج ۹ ص ۸۳)

امام بخاری ''تاریخ کبیر'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

علقمۃ بن وائل بن حجر الحضر ی الکندی الکوفی نے اپنے باپ سے سنا ہے اور علقمۃ بن وائل سے عبد المالک بن عمیر روایت کرتے ہیں۔

(التاریخ الکبیر ج ۷ ص ۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

لہذا غیر مقلدین کا یہ اعتراض غلط ہے کہ علقمۃ اپنے باپ سے مرسل روایت کرتے ہیں بلکہ علماء کی تصریح سے ثابت ہو گیا کہ علقمہ اپنے باپ سے مرسل نہیں بلکہ آپ کے بھائی عبد الجبار نے مرسل روایت کی ہے۔

<u>اعتراض سوم:</u> غیر مقلدین یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ حافظ ابن خزیمہ کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث کو روایت کیا ہے جیسا کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں بطریق عقبۃ بن ظبیان ایک حدیث تخریج فرمائی اور اسی سند کے ساتھ امام بخاری نے ''التاریخ الکبیر'' میں نقل کی ہے وہ حدیث یہ ہے۔

حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدری عن ابیه عن عقبه بن ظبیان عن علی رضی الله عنه "فصل لربک و انحر" وضع یده الیمنی علی وسط ساعده علی صدره

(التاریخ الکبیر ۶ ص ۴۸۱، تفسیر طبری جز ۳۰ ص ۲۱۰)

''یعنی عقبہ بن ظبیان نے حضرت علیؓ سے قرآن حکیم کی آیہ کریمہ ''فصل لربک وانحر'' کے متعلق پوچھا تو حضرت علیؓ نے پہلے دایاں ہاتھ بائیں بازو کے وسط میں رکھا پھر سینے پر ہاتھ باندھے (یعنی آپ نے سمجھایا کہ اس سے مراد سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے)

اس طرح امام احمد نے مسند میں قبیصہ بن ہلب سے ایک حدیث روایت کی جو یہ ہے۔

"عن سفيان حدثني سماک عن قبيصه بن هلب عن ابيه قال رايت رسول الله ﷺ ينصرف عن يمينه و عن بساره ورايته قال يضع يده على صدره "

یعنی قبیصہ بن ھلب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ نماز کے بعد کبھی دائیں طرف منہ پھیرتے ہیں اور کبھی بائیں جانب (آپ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا) اپنے ہاتھ سینے پہ باندھتے"

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۴)

غیر مقلدین کہتے ہیں ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل سینہ ہے لہذا نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا مسنون طریقہ ہے۔

جواب: حضرت علیؓ کی حدیث کو ابن جریر نے دو طریق سے روایت فرمایا ان میں سے ایک تو اعتراض میں مذکورہ ہے اور دوسری یوں ہے۔

"عن حماد بن مسلمة عن عاصم الاحول عن الشبعي مثله"

ان دونوں سندوں میں عاصم نامی دو راوی ہیں ایک عاصم بن النجاح ابومحشر الجحدری اور دوسرے عاصم سلیمان الاحول اور بعض علماء کے بقول عاصم بن النجاج ابومحشر الجحدری نے اپنے باپ کی وساطت سے عقبہ بن ظبیان سے روایت کی ہے ابوحاتم "الجرح والتعدیل" میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی روایت صرف "وضع الیمین علی الشمال" تک ہے۔

مصنف ابن شیبہ بھی بطریق عقبہ بن ظہیر عن علی رضی اللہ کی حدیث کو "وضع الیمین علی الشمال" تک روایت کرتے ہیں۔

(مصنف ابن شیبہ ج ا ص ۳۹۰)

اور "علی صدرہ" کے الفاظ راوی کی طرف سے زیادہ کئے گئے ہیں حضرت علیؓ کی اصل روایت میں موجود نہیں۔

دوم یہ کہ جب حدیث میں تعارض ہوتو قیاس سے ترجیح ہوتی ہے قیاس چاہتا ہے کہ زیر ناف والی احادیث قابل عمل ہوں کیونکہ سجدہ، رکوع اور التحیات وغیرہ میں ادب ملحوظ ہے تو چاہیے کہ قیام میں بھی ادب ملحوظ خاطر رہےاور زیر ناف ہاتھ باندھنے میں ہے کہ اس سے تعظیم ظاہر ہوتی ہے نہ کہ سینے پر ہاتھ باندھنے سے

اس لئے حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث ''تحت السرۃ''مقبول اور''علی صدرہ''والی روایت مردود ہے۔ دوم اس حدیث کی سند علمائے نقد کے نزدیک محل نظر ہے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

عاصم ابن الحجاج الجحدری قرا علی یحیی بن یعمر و نصر بن عاصم ،اخذ عنه ابو المنذر وجماعة قرآة شاذة فیها ما ینکر یعنی یوجد فیه النکرة من ایّ وجه هی "

(المیزان ج۲ص۳۵۴)

اس اعتبار سے عاصم بن العجاج الجحدری منکر الحدیث ہےاور یہ حدیث ضعیف ہے۔

عاصم الاحول کے متعلق امام ذہبی فرماتے ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں یحیی ابن قطان عاصم الاحول سے حدیث بیان نہیں فرماتے تھے اور اس کو ضعیف سمجھتے تھے امام ذہبی نے سند کے ساتھ ایک حدیث نقل کی ہےاور اسے ضعیف قرار دیا ہےاور وہ حدیث یہ ہے۔

''حدثنا حماد بن مسلمة عن عاصم الاحول حدثنی حمید عن انس بن مالک ان عمر رضی الله عنه نهی ان یجعل الخاتم فص من غیره''

حماد بن سلمہ کہتے ہیں میں نے حمید سے پوچھا عاصم الاحول نے آپ سے ایک حدیث (یعنی فلاں حدیث) بیان کی ہےتو حمید نے عاصم الاحول کو پہچاننے سے انکار کردیا تو حمید کے قول

سے ثابت ہوا کہ عاصم الاحول نے حمید سے نہیں لہٰذا عاصم الاحول متہم بالکذب ہے۔

ابن قطان کہتے ہیں "لم یکن حافظا"

عبدالرحمٰن بن مالک فرماتے ہیں ابن کا قول ہے کہ ہر وہ شخص جس کا نام عاصم ہے اس کا حافظہ درست نہیں ابو احمد الحاکم فرماتے ہیں علمائے محدثین کے نزدیک وہ حافظ نہیں۔ ابن ادریس اس سے حدیث نہیں بیان کرتے تھے کیونکہ ان کا حافظہ کمزور تھا یحیی بن قطان کہتے ہیں میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کا نام عاصم ہوا اور اس کا حافظہ کمزور نہ ہو۔

(المیزان ج۲ ص۲۵۰، ۲۵۷)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں علی ابن المدینی یحیی ابن قطان کے حوالے سے فرماتے ہیں "لم یکن بالحافظ"

ابن ادریس فرماتے ہیں میں نے عاصم کو بازار میں دیکھا اور لوگوں سے کہا "اسے مار کر سیدھا کر دو" وھیب نے عاصم کو چھوڑ دیا تھا اسی لئے کہ اس کی بعض عادات صحیح نہ تھیں۔

ابن حبان نے اپنی کتاب "الثقات" میں عاصم کا ذکر کیا ہے اور کہا یحیی بن سعید اس کی طرف بہت کم رجحان رکھتے ہیں مروذی بیان فرماتے ہیں میں نے امام احمد سے کہا ابن معین کہتے ہیں دنیا میں جتنے عاصم نام کے لوگ ہیں سبھی ضعیف ہیں امام احمد فرماتے ہیں۔ سوائے عاصم بن علی کے۔

(تہذیب التہذیب ج۵ ص۴۳)

آئمہ نقد کی نظر میں آپ نے دونوں عاصم، عاصم بن الحجاج الجحدری اور عاصم سلیمان الاحول کا حال دیکھ لیا پھر کیسے ان کی احادیث پر اعتماد کیا جا سکتا ہے آئمہ جرح و تعدیل کے تفحص کے بعد ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے اور قابل عمل نہیں۔

حافظ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "المنتقی" میں حدیث علیؓ یعنی "ان من السنۃ" تخریج فرما

کر ہمارے مذہب کی تائید کردی کہ مسنون طریقہ زیر ناف ہاتھ باندھنا ہی ہے۔

تیسری حدیث جسے امام احمد نے مسند میں بطریق قبیصہ بن ھلب روایت کیا جیسا کہ یہ حدیث اعتراض میں مذکور ہے اس کے متعلق عطاء اللہ فوجیانی صاحب ''التعلیقات السلفیۃ علی سنن نسائی'' کہتے ہیں یہ حدیث سینے پر ہاتھ باندھنے کے باب میں اصح واحسن ہے اس حدیث سے جسے ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں علقمہ بن وائل سے روایت کیا اور حدیث علیؓ جس کو امام احمد اور ابوداؤد نے تخریج فرمایا۔

ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

عندھم حدیث منقطع فی الانصراف من الصلوۃ'' یہ حدیث منقطع ہے ابن مدینی کہتے ہیں یہ مجہول ہے اور سوائے سماک کے اس سے کسی نے روایت نہیں کیا۔ نسائی فرماتے ہیں مجہول ہے۔

(تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۰ ۔ المیزان ج ۳ ص ۳۸۴)

صد افسوس کہ فوجیانی نے ڈھٹائی سے کام لیا ہے اہل علم کو حق سے اعراض کر کے نفسانی خواہش کی پیروی کرنا مناسب نہیں اس حدیث کے متعلق جسے امام احمد نے بطریق ھلب روایت کیا علمائے فن کا کہنا ہے کہ ھلب مجروح ہے لہذا ایک حدیث جس کا راوی مجروح ومقدوح ہے اسے صحیح کہنا تحقیق اور علمی دیانت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

<u>اعتراض چہارم:</u> یہی فوجیانی امرتسری صاحب ''التعلیقات السلفیۃ علی سنن النسائی'' کہتا ہے حنفیوں کی قوی ترین دلیل وہ حدیث ہے جسے قاسم بن قطلو بغا حنفی نے ذکر کیا اور ہمارے عصر کے احناف نے ان کی اس ضمن میں پیروی کی۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے ''مصنف'' میں وائل بن حجر سے روایت کیا ہے۔

''رایت رسول اللہ ﷺ وضع یمینہ علی شمالہ تحت السرۃ''

''میں نے رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز پڑھتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر دونوں زیر ناف باندھے۔''

''فوجیانی امرتسری یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہتا ہے شیخ قاسم قطلو بغا کہتے ہیں اس حدیث کی سند جید ہے فوجیانی جواب دیتے ہوئے کہتا ہے۔

علامہ محمد حیات سندی المتوفی ۱۱۶۳ھ شاگرد ابوالحسن سندی ان کے ایک رسالہ (فتح الغفور فی تحقیق وضع الیدین علی الصدور) کی شرح کرتے ہوئے اس حدیث کا جواب لکھتے ہیں کہ زیر ناف ہاتھ باندھنے میں نظر ہے اس نے ثابت کرکے دکھایا کہ اکثر نسخ مصنف لابی بکر بن ابی شیبہ اس سے خالی ہیں اور اس کی تائید یہ ہے کہ احناف وشوافع میں سے کسی مصنف نے بھی اس روایت کو اس زیادتی کے ساتھ (یعنی تحت السرۃ) مصنف ابن ابی شیبہ سے اثبات اور نہ درواذ کر کیا ہے۔

(سنن نسائی ج اص ۱۰۵)

جواب: فوجیانی امرتسری نے اپنی گفتگو میں محمد حیات سندی کا حوالہ پیش کر کے حیرت میں ڈال دیا کہ ابن ابی شیبہ کی وہ حدیث جس کو آپ نے علقمہ بن وائل کے طریق پر تخریج کیا اس کا ثبوت محل نظر ہے اور صحیح نسخ اس سے خالی ہیں۔ حالانکہ ابن ہمام ثانی شیخ زین الدین قاسم بن قطلو بغا متوفی ۸۷۹ھ اپنی کتاب ''المختار فی تخریج احادیث الاختیار'' میں مصنف ابن ابی شیبہ کی حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

''سندہ جید''

ایسے حافظ حدیث کا مصنف ابن شیبہ سے یہ حدیث نقل کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ''تحت السرۃ'' کے الفاظ زائد نہیں بلکہ اصل میں موجود ہیں اور ساتھ ہی محمد حیات سندی کے اس قول کا بھی ابطال ہو جاتا ہے کہ کسی شافعی یا حنفی نے مصنف ابن شیبہ کی حدیث کو اس زیادتی

کے ساتھ نقل نہیں کیا محمد حیات سندی کو احناف کے ساتھ حسد نے اس قدر اندھا کر دیا کہ وہ یہ بھی بھول گئے کہ شیخ قاسم بن قطلو بغا ان سے تقریبا تین صدیاں پہلے ہوئے ہیں محمد حیات سندی کے عقل وفہم پر تعجب کہ تقریبا تین صدیاں قبل مصنف ابن شیبہ کے نسخے میں اس روایت کے یہ الفاظ (تحت السرۃ) موجود تھے اور تین سو سال بعد مصنف ابن شیبہ ان الفاظ سے خالی ہوگئی مزید تعجب کی جا یہ ہے کہ اس پر بطور دلیل یہ بات بھی کہہ ڈالی کہ حنفیوں اور شافعیوں میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا حالانکہ ان کی کتابوں میں یہ حدیث ملتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کردہ حدیث کی سند صحیح ہے اگر سند حدیث میں کوئی سقم ہوتا تو محمد حیات سندی ضرور اس پر کلام کرتے ان کا سکوت کرنا (اثباتاولاردا) اس بات کی دیل ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور آئمہ احناف وشوافع کا اپنی کتابوں میں اس حدیث کو اس زیادتی (تحت السرۃ) کے بغیر نقل کرنا نفی کی دلیل نہیں ہوسکتا ہے ان کو کتاب نہ ملی ہو۔ کسی ذی عقل وشعور پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کسی چیز کی عدم اطلاع اس چیز کے عدم وجود پر دلیل نہیں اور نہ ہی اس کو مستلزم ہے لہٰذا علمائے احناف وشوافع نے بوجہ عدم اطلاع اس کو نقل نہیں کیا تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث صحیح نہیں۔

"عقل مند را اشارہ کا فسیت "

اس باب میں احادیث میں سے احسن حدیث وہ ہے جسے ابوالموید محمد بن محمود الخوازرمی نے جامع المسانید میں نقل فرمایا۔

عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراھیم ان رسول الله ﷺ کا ن یعتمد باحدی یدیه علی الاخری فی الصلوة یتواضع لله أخرجه الامام محمد بن الحسن الشیبانی فی الآثار فرواه عن ابی حنیفة قال محمد یضع بطن الکف الیمنی علی رسخة الیسری تحت السرة و یکون الرسخ و سط الکف ۔

(جامع المسانید ص۳۲۲)

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ابن ابی شیبہ کی وائل بن حجر سے روایت کردہ حدیث صحیح ہے اور ''تحت السرۃ'' کے الفاظ زائد نہیں جیسا کہ محمد حیات سندی کا خیال ہے اس حدیث کی تائید حضرت علیؓ کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ابوداؤد اور امام احمد نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث کی تقویت کا باعث وہ حدیث بھی ہے جسے ابن حزم نے روایت کیا

''ان ثلاثا من سنن المرسلین و ذکر من جملتها و ضع الکف علی الکف تحت السرة''

ان احادیث کے نقل کرنے کے بعد مزید تحریر کی ضرورت نہیں۔

اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ مذکورہ احادیث سے زیر ناف ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہوتا اور سینے پر باندھنا ظاہر ہے تو باوجود علماء وفقہا کی تصریح (وضع الیمین علی الشمال) کہ احادیث صحیحین اور ان کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بکثرت مروی ہیں اس پر مزید علامہ کمال الدین ابن ہمام کا قول مؤید ہے جس کو آپ نے اپنی کتاب ''فتح القدیر'' میں نقل کیا۔ فرماتے ہیں'' وضع الیمین علی الیسری'' فقط صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں مروی ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر حجت کے لئے کافی ہے کیونکہ امام مالک ارسال (ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا) کے قائل ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ''فصل لربک وانحر'' میں نحر سے مراد قربانی کا جانور ذبح کرنا ہے اور سینے پر ہاتھ رکھنا حقیقتاً ''نحر'' پر ہاتھ رکھنا نہیں ہے کیونکہ نحر سے مراد مقام ذبح اور محل ذبح ہے یعنی گردن۔ ''وضع الیمنیٰ علی الیسریٰ'' تو ثابت ہے اور زیر ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنا (جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے) کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جو واجب العمل ہو تو پھر تعظیم کے ارادہ سے قیام میں جیسے ہاتھ باندھے جاتے ہیں اسی حال پر نماز میں ہاتھ باندھنے کو محمول کر لیا جائے جیسا کہ

معروف ومشہور ہے اور بظاہر دیکھنے میں قیام تعظیمی کی حالت میں زیر ناف ہاتھ باندھے جاتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ تعظیم کے زیادہ قریب ہے۔

(فتح القدیر ج ا ص ۲۴۹)

ابن نجیم بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں فرماتے ہیں ہمارے مشائخ نے زیر ناف ہاتھ باندھنا اس حدیث سے لیا جو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔

''ثلاث من سنن المرسلین .... تحت السرۃ''

لیکن احادیث کی تخریج کرنے والوں نے ''تحت السرۃ'' کے بارے میں مرفوع اور موقوف کو نہ پہچانا ممکن ہے اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہو ''وضع الیمین علی الشمال'' تو سنت سے ثابت ہے اور بدن سے محل وضع (ہاتھ رکھنے کی جگہ) کا تعین حدیث سے ثابت نہیں مگر حدیث وائل بن حجر سے (اس کی نقل کردہ حدیث) واقعہ حال تو ثابت ہے یعنی نبی اکرم ﷺ کو سینے پر ہاتھ باندھے دیکھا گیا لیکن عموم نہیں ہوسکتا ہے واقعہ حال میں بیان جواز کا احتمال ہو تو ایسی صورت میں اس کو معہود پر محمول کیا جائے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

(بحر الرائق ج ا ص ۳۰۳)

علامہ عبدالحق محدث دہلوی ''اشعۃ اللمعات'' شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔

''زیر ناف یا سینہ پر ہاتھ باندھنا کسی خاص حدیث سے بالیقین ثابت نہیں تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مشاہد میں جو معہود و معتاد ہے اسے اختیار کیا یعنی لوگ عموماً تعظیم کے وقت زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں امام صاحب نے بھی وہی اختیار فرمایا۔

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۸۴)

صاحب ''مجمع الانہر'' ثم یعتمد بیمینه علی رسغ یساره تحت سرته فی کل قیام فیه ذکر''

کے تحت لکھتے ہیں۔

اس لئے کہ ہاتھ باندھنا خضوع کے لئے مشروع اور یہی حالت ذکر میں مطلوب ہے۔

شمس الآئمہ حلوائی فرماتے ہین ہر وہ قیام جس میں ذکر مسنون نہیں اس میں سنت طریقہ ارسال (ہاتھ چھوڑ دینا) ہے اور ہر وہ طریقہ جس میں ذکر مسنون ہے اس میں ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

شمس الآئمہ سرخسی اور الصدر الکبیر برہان الآئمہ اور صدر شہید نے یہی فتوی دیا ہے اور قیام سے مراد مطلق قیام ہے۔

(مجمع الانھر ج ۱ ص ۹۲، ۹۳)

علامہ جلال الدین خوارزمی کرمانی الکفایہ علی الھدایہ میں فرماتے ہیں۔

''محل وضع یہ تیسرا مسئلہ ہے ہمارے نزدیک زیر ناف ہاتھ باندھنا افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک سینے پر۔ اللہ تعالی کے فرمان ''وانحر'' میں نحر سے مراد بعض کے نزدیک دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ کر سینہ پر باندھنا ہے اس لئے کہ سینہ محل نور ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنا محل نور کی حفاظت ہے۔ لہذا سینہ پر ہاتھ باندھنا بہتر ہے اور ہماری دلیل حضرت علیؓ کی روایت کردہ حدیث ہے اور لفظ سنت جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس سے مراد سنت نبوی ہوتی ہے پھر زیر ناف ہاتھ باندھنا اہل کتاب کی مشابہت سے ابعد اور ستر عورت کے اقرب ہے بس اس اعتبار سے زیر ناف ہاتھ باندھنا اولی و افضل ہے اور ''وانحر'' سے مراد عید کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرنا ہے اگر نحر سے مراد سینہ ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ ''سینے کے قریب ہاتھ باندھ'' اور سینے کے قریب ہاتھ باندھنا زیر ناف ہی ہے۔

(الکفایہ علی الھدایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۲۵۰)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

<u>لفظ نحر کی تشریح:</u> ''عامۃ المفسرین کا قول ہے کہ نحر سے مراد اونٹ کی قربانی ہے پھر اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

لفظ نحر کا استعمال ''نحر البدن'' پر جملہ وجوہ مذکورہ سے زیادہ مشہور ہے پس اللہ تعالیٰ کے کلام کو اس پر محمول ٹھہرانا واجب ہے۔

پس نحر سے مراد سینے پر ہاتھ باندھنا غیر معقول ہے کیونکہ نحر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں لہذا ایک قول کی تقلید کرنا اور عمل کے لئے واجب سمجھنا خلاف نص ہے صحیح قول وہی ہے جسے امام رازی نے بیان فرمایا اور جمہور کا اس پر اجماع ہے۔ وجوب اضحیہ کی یہ ایک قوی دلیل ہے۔

(تفسیر کبیر جز ۳۴ ص ۱۲۹، ۱۳۰)

قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی امام فخر الدین رازی کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''عکرمہ، عطاء اور قتادہ کا قول ''فصل لربک وانحر'' میں نماز سے مراد عید اور نحر سے مراد قربانی کرنا ہے اسی معنی پر عید کی نماز کا وجوب اور اضحیہ کا ثبوت ملتا ہے لہذا نحر سے مراد نحر الاضحیہ (جانوروں کی قربانی) اولیٰ اور ارجح ہے۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۳۰۳)

ابن حیان نحوی فرماتے ہیں۔

''نحر سے مراد جانور کا ذبح کرنا ہے جو قربانی کے لئے حرم میں بھیجا جائے اسے ھدی کہتے ہیں۔ یا نقصان کے جرمانہ میں ذبح کیا جائے اسے نسک کہتے ہیں یا ایام عید میں ذبح کیا جائے اسے ضحایا کہتے ہیں۔ جمہور کا یہی قول ہے۔

(تفسیر البحر المحیط ج ۸ ص ۵۲۰)

علمائے کرام کی تصریح سے ثابت ہوا کہ لفظ نحر کا معنی ذبح کرنا، قربانی دینا ہے اس پر جمہور کا اجماع ہے اور اجماع امت کی اتباع واجب ہے لہذا اجماع کے خلاف صرف ایک قول قابل استدلال نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

وما علینا الا البلاغ